ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

حالی کی منتخب تحریروں کا تجزیاتی مطالعہ

AN ANALYTICAL STUDY OF SELECTED WRITINGS OF HALI

نجمہ سردار
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
پروفیسر ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
صدرِ شعبہ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract:
Hali started writing as a poet of the traditional Urdu ghazal. Later, he initiated a more serious phase of his literary career which also marked the beginning of modernism in Urdu literature. He made a major case for simplicity of expression and seriousness of thought and purpose. He emphasized upon the contemporary relevance of narrative poetry. His Muqaddama-i-Sher-o-shairi is, in many respects, the first critical manifesto of Urdu poetry. He developed a serious discourse in his Muqaddama which is valued as an anthology of ideas concerning the nature of true art, its language, the parametres of its creation, and the making of taste. Hali wrote sober and scientific prose, plain and persuasive poetry, broadly representing the case of art for life's sake. His biographies of Sir Syed, Ghalib, and Persian poet Sadi remain authentic sources till this day.

Keywords: traditional, initiated, modernism, Muqaddama-i-Sher-o-shairi, discourse

حالی، سرسید کے ان رُفقا میں سے ہیں جن کو اپنی ادبی و اصلاحی خدمات، شعر و سخن میں متنوعِ اسلوب، تنقید ادب اور جدید شاعری کے بانی کی حیثیت سے اُردو زبان و ادب میں بلند مقام و مرتبہ حاصل ہے۔ حالیؔ کا شمار علی گڑھ تحریک کے درجۂ اول کے لوگوں میں ہوتا ہے اور بطور تخلیق کار ان کی تصانیف میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جسے بقائے دوام حاصل نہ ہوا ہو۔ حالیؔ نے اپنی نظریاتی اور فنی خوبیوں کو اپنی تخلیقات میں اس طرح سمویا ہے کہ ہر شہ پارہ نہ صرف شاہکار بلکہ یادگار بن گیا۔

ان کی مقبول عام تصنیفات میں "مقدمہ شعر و شاعری (تنقید ادب) حیات جاوید، حیات سعدیؔ، یادگار غالبؔ (سوانح) مدو جزر الاسلام المعروف مسدس حالیؔ (منظوم تاریخ اسلام) اور دیوان حالیؔ (شاعری) شامل ہیں۔ حالی نے جدید شاعری کو پروان چڑھایا اور اس کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے شیخ اکرام لکھتے ہیں:

> "حالیؔ نے اپنے دیوان کے شعرۂ آفاق مقدمہ میں پرانی شاعری کے نقائص اور جدید شاعری کے اصول اس عقل، سمجھ اور قابلیت سے سمجھائے ہیں کہ اس کا جواب اردو تو کیا مغرب کی بہت کم زبانوں میں ملے گا۔"(۱)

حالی کا ادبی اور تنقیدی شعور ترقی پسندانہ افکار و تصورات پر محیط تھا۔ کیوں کہ حالی کی سماجی و اجتماعی شعور بیدار تھا۔ وہ اپنے عہد کی تاریخی قوتوں اور بنیادی حقوق سے بخوبی آشنا تھے۔ وہ یہ جانتے تھے کہ زندگی ایک تاریخی دور سے نکل کر دوسرے تاریخی دور میں داخل ہو چکی ہے۔

جدید ادبی تحریکات کی بناء ڈالنے والے، خود اچھے ادیب نہیں ہوتے۔ مگر خواجہ حالی کو یہ وصف حاصل ہے کہ ان کے ہاتھوں اُردو ادب کے بلند پایہ ادیبوں میں منفرد مقام ملا۔ ۱۸۳۷ سے ۱۸۵۷ تک جو تربیت انہیں نصیب ہوئی بظاہر اس عظیم الشان کام کے لیے موافق نہ تھی۔ جس کا بوجھ ان کے بازوئے ناآزمودہ پر آپڑا۔ قدیم دنیا کے ہتھیار لے کر انہوں نے نئی دنیا کا سامنا کیا اور اس پر حاوی رہے۔ یہ ان کا بڑا کارنامہ ہے۔ اس سے اُن کی حقیقی شخصیت کے پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ اُن کی شخصیت کی رنگارنگی دیکھی تو حیرت ہوتی ہے کہ پانی پت کا حلیم الطبع، خاموش، قاعدہ دان، قاعدہ پسند نوجوان کس طرح ایک بے پناہ انقلاب کی صورت میں رونما ہوا۔ لیکن حادثہ کچھ یوں پیش آیا، زمانے نے قوموں کی زندگی کے موڑ پر حالی کو لا کھڑا کیا اور ایسے موڑ پر جہاں ایک نئی کائنات نئے زمین و آسمان کو لیے ہوئے روبرو تھی۔ بہت کم اہل دانش جن پر ایسا پیغمبری وقت آیا ہے اور شاذ و نادر ہی کسی ادیب نے وقت کی پکار پر لبیک کہا ہے، جس طرح سے حالیؔ نے کہا ہے۔ وہ کبھی بے چینی کی لپیٹ میں نہ آئے اور وہ ایک آہنی عزم کے ساتھ مڑے اور زندگی کے نئے راستوں کی جانب رواں دواں ہو گئے۔ سب سے پہلے انہوں نے حسن و عشق اور رندی و آزادگی کی دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی۔

اب نہ گلستان تھا، یہ بلبل کی ہم زبانی۔ لیکن تخیل کا یہ ایثار جس عظیم الشان قوت ارادی سے عمل میں آیا اس نے شاعری کا تصور یکسر بدل دیا ۔ حالیؔ کے ظہور کے بعد آج یہ کون کہہ سکتا ہے کہ

گنہگار واں چھوٹ جائیں گے سارے
جہنم کو بھر دیں گے شاعر ہمارے

اس انقلاب کے کئی چھوٹے بڑے پہلو تھے۔ جن میں سب سے زیادہ دل آویز اور قابل احترام وہ پہلو تھا جس نے اُردو شاعری میں پہلی بار عورت کو حقیقی مقام و مرتبہ دیا۔ اب تک عورت صرف محبوبہ کی حیثیت سے محفل شعر کے دائرہ کار تک محدود تھی۔ اب حالی کے کلام سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ عورت کی بیوگی ہماری ہمدردی کی حق دار ہے، عورت ماں ،بہن اور بیٹی بن کر بھی ہمیں زیادہ عزیز ہو سکتی ہے۔

"اے ماؤ! بہنو بیٹو! دنیا کی زینت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہی قوموں کی عزت تم سے ہے

حالیؔ کی شخصیت کئی حوالوں سے قابل ستائش ہے۔ اپنے ہم عصر آزاد اور شبلی کی طرح وہ بیک وقت شاعر، ادیب، سوانح نگار اور زبر دست نقاد ہیں ۔کلاسیکی ادب سے جدید ادبِ سفر میں حالی ایک حیات افروز نشانِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ محمد حسین آزادؔ اور الطاف حسین حالیؔ نے فرسودہ غزل کے سانچے تبدیل کرنے اور نئے خیالات کو نظم کے ذریعے اُجاگر کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

حالی کی تنقید نگاری پر اختلاف کی پوری گنجائش ہے لیکن ان کے پہلے باضابطہ نقاد ہونے میں کسی کو اعتراض نہیں۔ حالی نے پہلی بار شاعری کی حقیقت اور ماہیت کے ضمن میں اپنے خیالات منضبط طور پر پیش کیے اور شعر وادب کے سماجی اور تہذیبی رشتوں کو واضح کیا، اس کے پہلو بہ پہلو ادبی تخلیق کے نفسی اور ذہنی عمل اور اس کی لسانی اور فنی بنیاد کی نشاندہی کی، جس کے بغیر ادبی تنقید کے فن کا کوئی تصور قائم نہیں کیا جا سکتا۔ مقدمہ شعر و شاعری میں پہلی مرتبہ ادبی مطالعے کے ان پہلوؤں کی سائنٹفک انداز میں توضیح کی گئی اور شعر و ادب کی جانچ پرکھ کے باقاعدہ اصول وضع کیے گئے اور یہی وجہ ہے کہ اسے اردو میں تنقید کی اولین کوشش اور پہلی 'کتاب الاصول' قرار دجاتا ہے۔
آزاد اور شبلی کی طرح وہ بیک وقت شاعر، ادیب، سوانح نگار اور نقاد ہیں۔ وہ ایک منفرد شاعر، صاحب طرز ادیب، باذوق سوانح نگار اور وسیع النظر نقاد کی حیثیت سے اردو ادب میں ہمیشہ یاد گار رہیں گے۔ حالی کا تعلق سر سید کی تحریک اور سر سید کی شخصیت سے بہت زیادہ تھا۔ اور سر سید کے زیر اثر ہی حالی نے مسدس حالی تصنیف کی۔

اس تحریک میں اسماعیل میرٹھیؔ، نظم طباطبائی، شوق قدوائی ،عبدالحلیم شرر، نادر کاکوروی اور سرور جہاں آبادی نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور غزل کے مقابلے میں نظم کو فوقیت دی۔ اس تحریک نے غزل کو اتنا دبایا کہ اس کے رد عمل میں بخیودؔ، نوح، سائل اور لکھنو میں صفیؔ، عزیز اور ثاقب وغیرہ کو باقاعدہ غزل کے دفاع کے لئے کمربستہ ہونا پڑا۔ اس منظر نامے کی ابتدا حالی کی شاعری سے ہوتی ہے۔ خواجہ الطاف حسین حالیؔ نے ۱۷ برس کی عمر سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ پانی پت سے دہلی آنے کے بعد انھوں نے مرزا غالب کی شاگردی اختیار کر لی، علاوہ ازیں نواب مصطفی خان شیفتہ جیسے صاحب علم و فضل اور باکمال شاعر کی صحبت میں آٹھ سال گزارے۔

انھوں نے غالب سے نازک خیالی اور حسن و ادا سیکھا۔ شیفتہ سے جذبات کی ترجمانی، سلاست روانی اور مطالعہ میرؔ سے زبان کی سادگی، صفائی، سنجیدگی اور تاثیر حاصل کی، اسی لیے انھوں نے خود کہا:

حالیؔ سخن میں شیفتہ سے مستفید ہوں
شاگرد مرزا کا ، مقلد ہوں میر کا

اس حوالے سے چند اور اشعار

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.5 No.1 2022

ے دھوم تھی اپنی پارسائی کی
کی بھی اور کس سے آشنائی کی

ے دل کو سب باتوں کی ہے ناصح خبر
سمجھے سمجھائے کو ہم سمجھائیں کیا

حالیؔ نے پہلے سے موجود ادبی فضا کو اتنا وسیع کیا کہ وہ اخلاقی اور سماجی موضوعات، جو غزل تو کیا نظمیہ شاعری کا حصہ بھی نہ بنے تھے، انھیں ایسی تخلیقی جہد سے آشنا کیا، کہ شاعری کا قبلہ ہی بدلتا ہوا دکھائی دینے لگا۔

حالیؔ کی ادبی زندگی کا شجر سر سید احمد خان سے تعلق خاطر کے بعد تناور اور بار آور ہوتا ہے۔ ان کی زیادہ تر تصنیفات علی گڑھ سے وابستگی کے بعد منصۂ شہود پر آئیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سر سید کی علی گڑھ تحریک نے اردو ادب کو جو کچھ دیا اور جس قدر دیا اس میں اگر حالی کی نظم و نثر کا سرمایہ علیحدہ کر لیا جائے تو باقی جو کچھ بچتا ہے وہ ہر گز اس معیار کا نہیں کہ ہم اس پر فخر کر سکیں جو آج ہم کرتے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ اُردو ادب میں الطاف حسین حآلی کی حیثیت کئی حوالے سے ممتاز و منفرد ہے۔ ادب میں الطاف حسین حآلی نے جب ادب کے کوچے میں قدم رکھا اس وقت اُردو شاعری لفظوں کا کھیل بنی ہوئی تھی یا پھر عاشقانہ شاعری میں معاملہ بندی اور دیگر عناصر کے مضامین انتہائی مقبول تھے۔ اس وقت غزل میں آفاقیت اور اجتماعیت کا حوالہ بہت کم تھا اور شاعری اک نجی مشغلہ بنی ہوئی تھی۔ ادب میں الطاف حسین حآلی نے ان رجحانات کے مقابلہ میں حقیقی اور سچے جذبات کے بے تکلفانہ اظہار کو ترجیح دی جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے منفرد کام تھا۔ ادب میں الطاف حسین حآلی جدید نظم نگاری کے اوّلین معماروں میں سے ایک تھے۔ جنھوں نے اُردو ادب کو جلا بخشی۔ انھوں نے غزل کو حقیقت سے ہم آہنگ کیا اور قومی و اجتماعی شاعری کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح ادب میں الطاف حسین حآلی نے نثر میں بھی سادگی اور برجستگی داخل کر کے اسے ہر قسم کے علمی، ادبی اور تحقیقی مضامین ادا کرنے کے قابل بنایا۔ حالی شرافت اور نیک نفسی کا مجسمہ تھے۔ مزاج میں ضبط و اعتدال، رواداری اور بلند نظری ان کی ایسی خوبیاں تھیں جن کی جھللک ان کے کلام میں بھی نظر آتی ہے۔ اُردو اَدب کی جو وسیع و عریض، خوبصورت اور دل فریب عمارت آج نظر آتی ہے اس کی بنیاد کے پتھر حالی نے ہی بچھائے تھے۔

حالیؔ ایک نقاد کا دل و دماغ لے کر پیدا ہوئے تھے کہ ان کی شاعری سے بھی ناقدانہ تصورات کو یکجا کر کے ان کی تنقیدی افتاد کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ سوانح میں بھی ان کا موضوع شاعر اور ادیب ہیں اور سعدیؔ، غالب اور سر سید کے سوانح میں کافی مواد ان عظیم ادبا و شعرا کی تخلیقات پر تنقیدی آرا و تجزیہ پر مبنی ہے۔ ان کا تنقید میں بہترین کارنامہ "مقدمہ شعر و شاعری" ہے۔ عبدالشکور "تنقیدی سرمایہ اردو" میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"حالی اغلباً اُردو کے پہلے مصنف ہیں جنھوں نے فنِ تنقید پر انگریزی اور عربی سے مواد لے کر ایک جگہ جمع کیا۔"(۲)

انگریز ہندوستان میں گذشتہ کئی صدیوں سے آباد تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا قیام ۱۶۰۰ء میں ہوا۔ انگریز کاروباری مقاصد کے لیے عام ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ لین دین کے سلسلے میں رابطے میں تھے۔ جس طرح ہندو، مسلم میل ملاپ سے ایک نئی ثقافت اور زبان نے جنم لیا۔ اسی فارمولے پر ثقافت اور زبان میں تبدیلی کا عمل مسلسل تغیر پذیر تھا اور انگریزی الفاظ کی اردو زبان میں بہتات تھی۔ الفاظ اپنی تاریخ رکھتے ہیں اور خیالات کا خارجی پیکر ہوتے ہیں۔ لامحالہ انگریزی الفاظ کے ساتھ، انگریزی خیالات بھی معاشرے میں پروان چڑھ رہے تھے۔ حالی کو جو عہد ورثے میں ملا، اس میں بہت سے افراد اور ادارے موجود تھے جو انگریزی خیالات کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز و محور بن چکے تھے۔

اُردو شعر و ادب کی تاریخ میں خواجہ الطاف حسین حالی اپنی مختلف الجہات شخصیت کی وجہ سے اپنے معاصرین میں ایک الگ پہچان رکھتے ہیں۔ انھوں نے قوم کی روحانی، ادبی اور اخلاقی اصلاح میں جو نمایاں کردار ادا کیا اس کی حیثیت ایک علاحدہ باب کی ہے۔ ادبی سطح پر الطاف حسین حآلی نے پرانی شاعری کے نقائص اور جدید شاعری کے اصول، عقل، سمجھ اور قابلیت سے سمجھائے اور شاعرانہ تنقید کا ایسا دستور العمل مرتب کیا جس کا جواب اردو تو کیا دوسری ہندوستانی زبانوں میں بھی مشکل سے ملے گا۔ وہ جدید اردو شاعری کے بانی اور سب سے بڑے محسن ہیں لیکن حالی کی بڑائی یہ ہے کہ اس ضمن میں ان کی تحریریں دیکھیں تو یہی خیال ہوتا ہے کہ جدید شاعری کے بانی فقط شمس العلما محمد حسین آزاد تھے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد انگریزی خیالات میں طوفان برپا ہوا۔ اسلوب سے موضوع تک انقلابی تبدیلیوں کے لیے زمین پہلے سے ہموار تھی۔ اب مغربی تقلید کا دور شروع ہو چکا تھا، رفتہ رفتہ سرسید احمد خاں کے دور تک اردو نثر میں کافی ایسا سرمایہ جمع ہو چکا تھا جس کے ذریعے انگریزی خیالات تک رسائی حاصل کی جا سکتی تھی۔ بقول سید عبداللہ:

"مذہب، سیاست اور معاشرت کے ہر مسئلے میں سرسید پر کسی وکٹورین صاحب قلم اور صاحب فکر کا دھوکہ ہوتا ہے۔"(۳)

سرسید نے اس طرز فکر کو مقبول عام بنانے اور اردو ادب میں عام کرنے کے لیے ان تھک جدوجہد کی۔ اسی کوشش میں انھیں اعتراضات کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس امر کی کوئی پروا نہ کی۔ اس حوالے سے طیبہ خاتون لکھتی ہیں:

"دہلی کالج میں جن چیزوں کی ابتدا ہوئی علی گڑھ تحریک کے تحت ان کی توسیع ہوئی۔ علی گڑھ تحریک سے وابستہ مصنفین کی خصوصیات ان کے اسالیب کا تنوع، حقیقت پسندی، مقصدیت، افادیت اور نقطۂ نظر کی اہمیت رہی تھی۔ ان سب کی داغ بیل تو دہلی کالج میں پڑ چکی تھی لیکن اس میں مسلسل تجربات وروایات کا خزانہ علی گڑھ تحریک کے ہاتھوں میسر آیا۔"(۴)

علاوہ ازیں، سرکاری سطح پر بھی تراجم کا کام بڑے پیمانے پر کیا جا رہا تھا۔ طارق محمود لکھتے ہیں:

"اگرچہ ایسٹ انڈیا کمپنی نے فارسی کی سرکاری حیثیت ختم کر کے دیسی زبان کو رائج کرنے کا فیصلہ 20 نومبر 1837ء کو کیا تھا لیکن اردو زبان میں قانونی موضوعات کے تراجم اس سے بہت پہلے شروع ہو گئے تھے۔"(۵)

اسی عمل نے ترجمہ نگاری کی ایک فضا قائم کی اور انگریزی خیالات کی معاشرتی ترویج میں اہم کردار ادا کیا۔ انگریزی خیالات تک رسائی میں حالیؔ کے لاہور کے قیام کا دور بہت اہم ہے۔ حالی گورنمنٹ بک ڈپو کی ملازمت کے دوران انگریزی تصانیف کے تراجم کی اصلاح کرتے تھے۔ جو گورنمنٹ کالج کے نصاب کے لیے تیار کی جاتیں تھیں۔ معین احسن جذبی "حالی کا سیاسی شعور" میں لکھتے ہیں:

"1872ء میں حالیؔ کو ملازمت کے سلسلے میں لاہور جانا پڑا، یہاں وہ تراجم کے ذریعے انگریزی ادب سے روشناس ہوئے اور یہی ان کے شعر وادب کے قدیم مذاق وتصور میں ایک زبردست انقلاب پیدا ہوا۔"(۶)

اُردو شاعری کی کایا پلٹ کے علاوہ مولانا نے اردو نثر میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ اردو زبان میں اصنافی اور عملی تنقید کی بنیاد انھوں نے ڈالی۔ سیرت نگاری کا نیا رنگ سب سے پہلے انھوں نے اختیار کیا۔ حیاتِ سعدی، حیاتِ جاوید اور اردو کی مقبول ترین سوانح عمری یادگارِ غالب انھی کے قلم سے نکلیں۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اردو ادب کی حیاتِ تازہ میں جتنی کوششیں انھوں نے کی ہیں شاید ہی کسی نے کی ہو۔ لیکن بہ قول شیخ محمد اکرام" جب اردو ادب کے محسنوں کا ذکر آتا ہے تو حالی چپکے سے سرسید کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں کہ فادر آف لٹریچر تو وہ ہیں۔ قومی اصلاح کے معاملے میں، تو خیال ہوتا ہے کہ قوم کی اصلاح فقط سرسید نے کی اور قوم کی بیداری میں علی گڑھ کالج، تہذیب الاخلاق اور ایجوکیشنل کانفرنس کے علاوہ کسی اور چیز کو دخل نہیں۔

حالی اصولی طور پر زبانوں کے ایک دوسرے سے الفاظ لینے کے عمل کو سراہتے تھے اور اس خیال کے حامی تھے کہ الفاظ اپنی زبان کے مزاج میں ڈھال کر قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اُن کی زندگی کے سرسری جائزے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری عمر حصول علم کے لیے سرگرداں رہے۔ گھر بار چھوڑا، کبھی عظیم آباد، کبھی دلی اور کبھی لاہور، تمام عمر مطالعہ اور تصانیف و تالیف میں بسر کر دی۔

حوالہ جات

۱۔ محمد اکرام، شیخ، موجِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۹۷ء، ص: ۱۲۳-۱۲۸
۲۔ عبدالشکور، تنقیدی سرمایہ اردو میں، مشمولہ: ادبیات حالی نمبر، شمارہ ۱۰۴، جنوری تا مارچ، اسلام آباد
۳۔ عبداللہ، ڈاکٹر سید، سرسید احمد خان اور ان کے رفقا کی اردو نثر کا فنی فکری جائزہ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۸ء، ص: ۱۷

۴۔ اعجاز راہی، طارق محمود، اردو کے سائنسی اور فنیاتی تراجم کا جائزہ، مشمولہ: اردو زبان میں ترجمے کے مسائل، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶، ص:۴۹

۵۔ طیبہ خاتون، ڈاکٹر، اردو نثر کی داستان، میر پور: ارسلان ڈپو، ۲۰۰۳ء، ص:۳۲

۶۔ معین احسن جذبی، حالی کا سیاسی شعور، لاہور: آئینہ ادب لاہور، ۱۹۶۳ء، ص:۹۹